رویتِ ہلال - ایک تحقیقی جائزہ

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی

رمضان اور عیدین کے مواقع پر رؤیت ہلال کے سلسلے میں علماء امت کے درمیان جو اختلاف چلا آ رہا ہے وہ امتِ مسلمہ کے لیے پریشان کن مسئلہ بنا ہوا ہے، جس کے نتیجہ میں جہاں رمضان کے روزوں میں تقدیم وتاخیر ہو رہی ہے، وہیں یہ افسوسناک صورتحال دیکھنے میں آتی ہے کہ عیدین کے موقع پر ایک ہی شہر کے مسلمان دو دو، بلکہ تین تین دن عید مناتے ہیں۔ اس صورت حال سے عوام ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلے میں کس کی رائے شرعاً درست ہے؟ اس مسئلہ میں سوال یہ ہے کہ اختلافِ مطالع کا لحاظ کیے بغیر پورے عالم اسلام میں ایک ہی دن روزہ رکھا جائے اور ایک ہی دن عید منائی جائے، یا اختلاف مطالع کے پیش نظر تبدیلیٔ مطلع کی صورت میں مختلف دنوں میں روزہ رکھا جائے اور عید منائی جائے۔ جمہور علماء کی رائے میں اختلافِ مطالع کا پاس ولحاظ رکھنا شرعاً ضروری ہے۔ اس سلسلے کے دلائل درجِ ذیل ہیں:

(الف)۔ کتاب اللہ سے استدلال :

۱- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرۃ: ۱۸۵) سو جو شخص اس مہینہ (رمضان) کو پائے اسے ضرور اس میں روزہ رکھنا چاہیے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ رقم طراز ہیں: ''جب کوئی خبر دینے والا کسی مقام پر رؤیت ہلال کی خبر دے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔ یا تو وہ شہر قریب ہوگا یا دور۔

اگر مقامِ رؤیت قریب ہوتو حکم ایک ہی ہوگا اور اگر مسافت بعید ہوتو ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہر شہر والے کے لیے اپنی ہی رؤیت قابلِ قبول ہوگی، حدیثِ کریب اس پر شاہد ہے‘‘۔

شیخ صالح بن فوزان عبداللہ آل فوزانؒ نے لکھا ہے:

’’ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کی ابتداء اس وقت سے ہے جب ماہِ رمضان داخل ہونے کا علم حاصل ہو جائے۔ اور یہ علم تین ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ ۱- رؤیت ہلال رمضان ۔۲- رؤیت پر شرعی شہادت اور اس کی اطلاع کا حاصل ہونا۔۳ -تیسویں شعبان کی رات چاند نظر نہ آنے پر شعبان کی تعداد مکمل کر لینا۔‘‘ [۲]

۲۔ دوسری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

یَسْـئَـلُـوْنَکَ عَنِ الْأَهِـلَّةِ قُـلْ هِـیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (البقرۃ:۱۸۹)

لوگ آپ سے ہلال (نئے چاند) کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ یہ لوگوں کے اوقات کی تعیین اور حج کے وقت کی تعیین کا ذریعہ ہے۔

ہلال کی لغوی تحقیق:

ابوالعباس قرطبی نے لفظ ہلال کی لغوی تحقیق میں لکھا ہے:

اَصْـلُ اِسْتَهَـلَّ مِـنَ الْإِهْلَالِ اَلَّـذِی هُـوَ رَفْـعُ الـصَّـوْتِ عِـنْـدَ رُؤْيَةِ الْهِلَالِ، ثُمَّ غَـلَـبَ عُـرْفَ الْاِسْتِعْمَالِ فَصَارَ يُفْهَمُ مِـنْـهُ رُؤْيَةُ الْهِلَالِ، وَمِـنْـهُ سُمِّیَ الْهِلَالُ لِمَا كَانَ يُهَلُّ عِنْدَهُ‘‘

استھل، الاہلال سے مشتق ہے جس کے معنی چاند دیکھنے کے وقت آواز بلند کرنے کے ہیں، پھر اس کا استعمال عرف میں صرف رؤیت ہلال کے لیے خاص ہو گیا۔

صاحب ’’المنجد‘‘ فرماتے ہیں: اَهَلَّ الْهِلَالُ چاند ظاہر ہوا۔اَهَلَّ الشَهْرُ قمری مہینہ شروع ہوا۔اَهَلَّ الْقَوْمُ الْهِلَالَ چاند دیکھنے کے وقت لوگوں نے آواز بلند کی۔ اهل

الصبی بچے نے رونے میں آواز بلند کی۔

مندرجہ بالا لغوی تحقیق سے یہ بات واضح ہے کہ ہلال کے معنی میں ظاہر ہونے اور واضح ہونے کا مفہوم مسلّم ہے۔اور ہلال عربی میں چاند کی اس ابتدائی شکل کو کہتے ہیں جو آسمان پر دکھائی دیتی ہے، فلکی چاند جو دکھائی نہیں دیتا، اس کو ہلال نہیں کہتے، اس کا اصطلاحی نام نیومون New Moon ہے، لہذا قرآن کریم نے تاریخ کی تعیین کا ذریعہ جس چیز کو قرار دیا ہے وہ دکھائی دینے والا ہلال ہے، نہ کہ فلکی یا حسابی چاند۔[۵]

ہلال دنیا میں پہلی بار نظر آنے کے عموماً ۲۴ گھنٹوں بعد قطبین کے علاوہ پوری دنیا میں نظر آجاتا ہے لیکن کبھی کبھی یہ وقفہ دو کی بجائے تین مختلف دنوں تک بھی بڑھ جاتا ہے[۶]

سببِ نزول:

مذکورہ بالا آیت (البقرۃ: ۱۸۹) حضرت معاذ بن جبلؓ اور ثعلبہ بن غنمؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ان دونوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا راز ہے کہ چاند دھاگہ کے مانند باریک طلوع ہوتا ہے، پھر بڑا ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ بدرِ کامل بن جاتا ہے، پھر گھٹنے لگتا ہے، یہاں تک کہ پہلے کی طرح باریک ہوجاتا ہے ایک حال پر باقی نہیں رہتا، تب یہ آیت نازل ہوئی۔[۷]

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ نے بیان فرمایا کہ چاند کے ذریعہ لوگ اپنی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لئے اوقات مقرر کرتے ہیں، روزہ افطار، حج، ماہواری کے ایام، عدت، قرض اور اجرتیں وغیرہ بہت سی شرطوں کی مدت کے سارے مواعید چاند ہی کے ذریعے معلوم کیے جاتے ہیں

New Moon کی حقیقت:

ایک مرتبہ ایک سعودی شہزادہ نے خلائی طیارہ Rocket کے ذریعہ خلا کی بلندیوں میں جاکر نئے چاند کو دیکھنا چاہا، مگر واپس آکر اس نے اس امر ہی کی تائید کی کہ نو مولود چاند قابلِ دید نہ تھا، کیوں کہ اس وقت اس کا روشن حصہ سورج کی سمت میں ہوتا

ہے۔اس وقت نہایت پیچیدہ SOPHISTICATED اور طاقتور دوربینوں کی مدد سے بھی اسے نہیں دیکھا جاسکتا۔۸

۳- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَالْقَمَرَ نُوْرًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالحِسَاب. (یونس:۵)

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس کی (چال کے لیے) منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرلیا کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں: ''چاند کی ان منازل سے اور رفتار سے ہی مہینے اور سال بنتے ہیں جس سے تمہیں ہر چیز کے حساب کرنے میں آسانی رہتی ہے، علاوہ ازیں دنیوی منافع اور کاروبار بھی ان منازل قمر سے وابستہ ہیں۔ دینی منافع بھی اس سے حاصل ہوتے ہیں، اسی طرح ہلال سے حیض ونفاس، صیام رمضان، اشھر حرم اور دیگر عبادات کی تعیین ہوتی ہے، جن کا اہتمام ایک مومن کرتا ہے''۔۹

۴- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْم. (یس: ۳۹)

اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔

یعنی چاند کی ۲۸ منزلیں ہیں۔ روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے، پھر دو راتیں غائب رہ کر تیسری رات کو نکل آتا ہے۔ جب یہ چاند آخری منزل پر پہنچتا ہے تو بالکل باریک اور چھوٹا ہوجاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی ہو، جو سوکھ کر ٹیڑھی ہوجاتی ہے، چاند کی انہیں گردشوں سے سکان ارض اپنے دنوں مہینوں اور سالوں کا حساب اور اپنے اوقات عبادات کا تعین کرتے ہیں۔۱۰

(ب)۔احادیث نبوی سے استدلال:

۱- حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاتَصُومُوا حَتّٰی تَرَوُا الْھِلالَ وَ لَا تُفْطِرُوْ حَتّٰی تَرَوْهُ، فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاقْدُرُوْا لَهٗ'' ھَذَا لَفْظُ الْبُخَارِی وَ فِی لَفْظٍ لَهٗ ''فَأَکْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلاثِیْنَ.۱۱

یعنی جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ چھوڑو اور اگر بادل کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو تو اس کا اندازہ لگا لو۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: تیس (۳۰) دن کی گنتی پوری کرلو۔

ابن منظور نے **غَمَّ الهلالُ غمًّا** کا معنی یہ بیان کیا ہے: **سَتَرَهُ الغَیْمُ وغیرُه فَلَمْ یُرَ** ۱۲ یعنی چاند نظر نہ آنے کا سبب مطلع کا ابر آلود ہونا ہی نہیں، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی اور سبب سے مطلع صاف ہونے کے باوجود چاند نظر نہ آئے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّا اُمَّةٌ اُمِّیَّةٌ لا نَکْتُبُ وَ لا نَحْسِبُ، الشَّهْرُ ھٰکَذَا وَ ھٰکَذَا یَعْنِی مَرَّةً تِسْعًا وَّ عِشْرِیْنَ وَ مَرَّةً ثَلاثِیْنَ۔ ۱۳

بے شک ہم ان پڑھ امت ہیں، نہ لکھتے ہیں اور نہ حساب کرتے ہیں۔ مہینہ اتنا اور اتنا ہے۔ یعنی کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور کبھی ۳۰ دن کا۔

۳- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِه فَاِنْ غَبِیَ عَلَیْکُمْ فَأَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلاثِیْنَ'' ۱۴ او فی روایة لمسلم ''فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَصُوْمُوْا ثَلاثِیْنَ یَوْمًا.

(رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑو اگر تم پر بادل چھا جائے (اور چاند نظر نہ آئے) تو شعبان کے ۳۰ دنوں کی گنتی پوری کرو۔ (بخاری و مسلم) یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ اور مسلم کی روایت ہے کہ: اگر تم پر بادل چھا جائے تو ۳۰ دنوں کے روزے رکھو۔

۴- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْفِطْرُ یَوْمَ یُفْطِرُ النَّاسُ وَالْأَضْحٰی یَوْمَ یُضَحِّی النَّاسُ. ۱۵

عید الفطر اس روز ہے جب لوگ روزے مکمل کرتے ہیں اور عید الاضحیٰ اس روز ہے جب لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔

۵۔ حضرت کریب سے مروی ہے کہ حضرت ام الفضل نے انہیں ملک شام حضرت امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ میں ملک شام پہنچا اوران کی حاجت پوری کی ۔ ابھی میں وہیں تھا کہ رمضان کا چاند نظر آ گیا، میں نے چاند کو جمعہ کی رات میں دیکھا اورمہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ آیا حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے پوچھا: تم نے چاند کب دیکھا تھا؟ میں نے کہا: جمعہ کی رات ۔ پھر انھوں نے فرمایا: کیا تم نے دیکھا تھا؟ میں نے کہا: ہاں میرے علاوہ اورلوگوں نے بھی دیکھا اور روزہ رکھا اورحضرت معاویہؓ نے بھی چاند دیکھا اور روزہ رکھا۔ پھر انھوں نے فرمایا: ہم نے تو ہفتہ کی رات چاند دیکھا ہے، پس ہم ۳۰ دن پورا کریں گے۔ یا ہم اس کو دیکھ لیں، میں نے عرض کیا: کیا معاویہؓ کا چاند دیکھنا اوران کا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں، نبی کریم ﷺ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے ۔[۱۶]

(ج) صحابہ کرام اورتابعین عظامؒ کا تعامل:

صحابۂ کرام میں حضرت عمر بن الخطاب وابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنھم نے رؤیت ہلال کے مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی تھی ۔اس پر ابن عابدین نے '**احکام ہلال رمضان**' ابن السبکی نے **العلم المنشور فی اثبات الشھور** اوردوسرے مسلم ماہرین فلکیات نے رسالے لکھے ہیں۔ شیخ بخیت نے **ارشاد اھل الملة الی اثبات الأھلة**، شیخ طنطاوی جوہری نے '**الھلال**' نامی کتاب تصنیف کی ہے۔

۱۔ دور خلافت عمرؓ: اختلافِ مطالع کا اعتبار حضرت عمرؓ کے دور میں بھی تھا۔ بعض صحابہ کرامؓ اپنی رؤیت کے حساب سے نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں پہنچ گئے، مگر مکہ مکرمہ کی رؤیت کے حساب سے وہ دسواں دن تھا (**یوم النحر**) اوروقوفِ عرفہ ختم ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ قربانی دے کر واپس لوٹ جائیں، اگلے سال پھر حج کے لیے آئیں ۔[۱۷]

۲۔ خلفاء راشدین کے دور میں ایسی کوئی روایت نہیں ملتی کہ دار الخلافہ میں چاند

نظر آنے پر مملکت کے دور دراز علاقوں میں قاصدین کے ذریعہ اطلاع دی گئی ہو اور وہاں کے لوگوں کو رمضان کے آغاز یا اختتام کا حکم دیا گیا ہو۔ حالانکہ اس زمانہ میں تیز رفتار خبر رسانی کا ذریعہ 'برید' موجود تھا۔ اس کے باوجود اس کا نظم نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرعاً مطلوب نہیں ہے۔

۳۔ روی عن عکرمة انه قال ''لِکُلِّ اَھْلِ بَلَدٍ رُؤْیَتُھُمْ لِمَا رَوَی کُرَیْبٌ. ۱۸ یعنی حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث کریب کی روشنی میں کہا کہ ہر شہر والوں کے لئے ان کی اپنی رؤیت ہوگی۔

۴۔ ایک شہر کی رؤیت کو دوسرے تمام شہر والوں کے لیے لازم قرار دینا درست ہوتا تو حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے اسلام اپنے یہاں چاند دیکھنے کے بعد تمام شہر والوں کو اس کی تعمیل کا حکم دیتے اور اس کا خصوصیت کے ساتھ اہتمام کرتے اور لوگوں کو لکھ کر اس سے آگاہ کرتے، اس لیے کہ دینی امور سے ان کا لگاؤ اور ان کی دلچسپی کسی سے مخفی نہیں۔ ۱۹

۵۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ صحابہ کرام و تابعین عظام کے زمانے میں ہمیشہ بعض اسلامی شہروں میں چاند پہلے اور بعض شہروں میں اس کے بعد دکھائی دیتا تھا اور یہ روز مرہ کی ان باتوں میں سے ہے، جن میں کسی تبدیلی کا سوال نہیں۔ اس پس منظر میں اس طرح کی صورتِ حال پیدا ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوسکتا کہ ان تک بعض دوسرے علاقوں کی خبر مہینہ کے اندر کسی وقت پہنچے اور اگر ان کے لیے قضا کرنی ضروری ہوتی تو وہ اس کا پتہ لگانے میں حد درجہ اہتمام سے کام لیتے کہ تمام عالم اسلام میں چاند کی رؤیت کہاں کس وقت ہوئی؟ جیسا کہ وہ اپنے اپنے شہروں میں اس کے دیکھنے کا اہتمام کرتے تھے پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اکثر رمضانوں میں انہیں اپنے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا رکھنی پڑتی اور اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز ہم تک نقل ہو کر ضرور پہنچتی، لیکن اس طرح کی کوئی بھی بات جب ہم تک نہیں پہنچی تو اس کا مطلب ہے کہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے اور سرے سے اس کی کوئی دلیل موجود

نہیں ہے، حضرت ابن عباسؓ کی مذکورہ بالا حدیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے[۲۰]

شیخ الاسلام نے یہ بات اس ضمن میں تحریر فرمائی ہے کہ اگر کسی شہر میں رؤیت نہ ہوئی ہو اور رؤیت والے شہر سے خبر بھی نہ پہنچ سکی ہو جس کی وجہ سے ان کا ایک روزہ چھوٹ گیا ہو تو ایسی صورت میں ان پر روزہ کی قضا واجب نہیں ہے۔ البتہ صحابہ وتابعین کے اس تعامل سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لیے لازم نہیں ہے۔

(د) محدثین عظام کا نقطۂ نظر:

محدثین عظام اختلافِ مطالع کی بنیاد پر ہر شہر اور ہر علاقہ کے لئے اپنی رؤیت ہی کو تسلیم کرتے تھے۔ کبھی بھی ان لوگوں نے اُم القریٰ کی رؤیت کو سارے عالم کے لئے لازم کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کی مساعیٔ جمیلہ یہی تھیں کہ ہر علاقے کے لوگ اپنے اپنے علاقے میں رؤیت ہلال کی بنیاد پر روزہ رکھیں اور عید منائیں۔ ذیل میں محدثین کرام کے نقطہ نظر کی وضاحت پیش کی جارہی ہے۔

۱-امام نوویؒ نے صحیح مسلم میں یہ باب باندھا ہے۔ ”بابُ بیانِ أنَّ لکلِ بلدٍ رؤیتُھم وأنھم اِذَا رأوا الھلالَ ببلدٍ لا یثبتُ حکمُه لما بَعُدَ عَنھُمْ “ یعنی اس چیز کا بیان کہ ہر علاقہ کے لیے وہاں کے لوگوں کی رویت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر کسی علاقہ کے لوگ چاند دیکھ لیں تو اس کا حکم دوُر کے لوگوں کے لیے ثابت نہیں ہوگا۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں:

”لٰکِنَّ ظَاھِرُ حَدِیْثِهِ أَنَّهٗ لَمْ یَرُدَّهُ لِھَذَا وَاِنَّمَا رَدَّهُ لِأَنَّ الرُّؤْیَةَ لَا یَثْبُتُ حُکْمُھَا فِی حَقِّ الْبَعِیْد “[۲۱]	حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مسافت بعیدہ اور اختلاف مطالع کی وجہ سے کریب کی خبر کو رد کردیا نہ کہ ’خبر واحد‘ ہونے کی وجہ سے۔

امام نوویؒ نے دوسری جگہ لکھا ہے: جب ایک شہر والوں نے چاند دیکھا ہے اور دوسرے شہر والوں نے نہیں دیکھا تو اس صورت میں اگر دونوں شہر قریب قریب ہوں تو ان دونوں کا حکم اختلاف کے بغیر ایک ہی ہوگا اور اگر دونوں شہر دور دور ہوں تو دو صورتیں

ہوسکتی ہیں۔(۱) دوسرے شہروالوں پر روزہ رکھنا ضروری نہیں ہوگا۔(۲) ضروری ہوگا کہ روزہ رکھیں۔ان دونوں صورتوں میں سے پہلی صورت ہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔۲۱-الف

۲ - امام ابوداوٗد نے اپنی سنن میں اس طرح باب باندھا ہے " **باب اذا رؤي الهلال فی بلدٍ قبلَ الآخرين بليلةٍ** " (باب اس بیان میں کہ جب چاند کسی شہر میں دوسروں سے ایک دن قبل نظر آجائے تو کیا کیا جائے؟) اس حدیث کی شرح میں صاحب عون المعبودؒ فرماتے ہیں:

"ابن عباسؓ کے قول هكذا امرنا رسول الله ا سے احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ افطار کے سلسلہ میں خبر واحد کو قبول نہ کریں۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ ہم اپنی ہی رؤیت کا اعتبار کریں گے۔ محدث کے باب سے دوسرے معنی کی طرف رجحان ظاہر ہوتا ہے۔"۲۲

۳ - امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں یہ باب باندھا ہے " **باب لكل أهل بلد رؤيتهم** "۔ حدیث کریب نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

الْعَمَلُ عَلَى هَذَا الْحَدِيْثِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتُهُمْ ۲۳	یعنی اہل علم کے مابین اس حدیث کے مطابق عمل ہے کہ ہر علاقے کی رویت کا اعتبار ہوگا۔۲۳

شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ نے لکھا ہے: جن شہروں کے مطالع میں اختلاف نہیں ہے ان میں سے ایک کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازماً تسلیم کی جائے گی۔ایک روایت میں یہی قول اہل عراق کا بتایا گیا ہے۔۲۴

۴ - امام نسائیؒ نے:'**باب اختلاف أهل الآفاق فی الرؤية**'(باب اس حکم کے بیان میں کہ جب مختلف ممالک کے باشندے رؤیت ہلال کے سلسلے میں مختلف ہوں) کے تحت حدیث کریب (۲۱۱۳) نقل کی ہے۔ امام سندیؒ نے سنن نسائی کے حاشیہ میں لکھا ہے:

"اِنَّ الْمُرَادَ بِهٖ أَن لَّا تُقْبَلَ شَهَادَةُ الْوَاحِدِ فِي حَقِّ الْإِفْطَارِ أَوْ أَمَرَنَا أَنْ نَعْتَمِدَ عَلَى رُؤْيَةِ أَهْلِ بَلَدِنَا وَلَا نَعْتَمِدَ عَلَى رُؤْيَةِ غَيْرِهِمْ وَاِلَى الْمَعْنَى الثَّانِي تَمِيْلُ تَرْجَمَةُ الْمُصَنِّفِ وَغَيْرُهُ لٰكِنَّ الْمَعْنَى الْأَوَّل مُحتَمَلٌ فَلَا يَسْتَقِيْمُ الْاِسْتِدْلَالُ اِذِ الْاِحْتِمَالُ يُفْسِدُ الْاِسْتِدْلَالَ كَاَنَّهُمْ رَأَوْا اَنَّ الْمُتَبَادِرَ هُوَ الثَّانِيْ فَبَنَوْا عَلَيْهِ الْاِسْتِدْلَالَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ"۲۵

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہم افطار کے سلسلہ میں خبر واحد کو قبول نہ کریں یا ہم اپنے شہر کی رؤیت پر ہی اعتماد کریں اور دوسرے شہر کی رؤیت کو تسلیم نہ کریں۔ دوسرے معنی کی طرف ہی محدث اوردوسروں کا میلان ورجحان ظاہر ہوتا ہے۔لیکن پہلا مطلب بھی محتمل ہے، لہٰذا احتمال ہونے کی وجہ سے استدلال درست نہیں ہوگا۔ گویا انہوں نے متبادر مفہوم کو دیکھا اور اسی پر استدلال قائم کرلیا۔ واللہ اعلم

۵- امام ابن خزیمہؒ نے یہ باب قائم کیا ہے: "اَلدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ الْوَاجِبَ عَلٰى اَهْلِ كُلِّ بَلَدَةٍ صِيَامُ رَمَضَانَ لِرُؤْيَتِهِمْ لَا رُؤْيَةِ غَيْرِهِمْ" یعنی اس بات پر دلیل کہ ہر علاقہ والے کے لیے اپنی ہی رؤیت پر رمضان کے روزے کا آغاز کرنا ضروری ہے اور اس کے تحت حدیث کریب کو نقل کیا ہے اور اپنے موقف کی دلیل کے لئے اسی سے استدلال بھی کیا ہے۔۲۶

۶-ابن ابی شیبہؒ نے اپنی کتاب مصنف میں اس طرح تبویب کی ہے: "وَفِي الْقَوْمِ يَرُوْنَ الْهِلَالَ وَلَا يَرَاهُ الْآخَرُوْنَ" یعنی قوم کے کچھ لوگ دیکھیں اور کچھ لوگ چاند نہ دیکھیں تو کیا حکم ہے؟

ایک اور حدیث جس کی روایت ابن ادریس نے عبداللہ بن سعید سے کی ہے کہ مدینہ میں لوگوں نے رؤیت ہلال کا ذکر کیا اور کہا کہ 'اہل استارہ' نے چاند دیکھا تو سالم اورقاسم نے کہا کہ "مَالَنَا وَلِأَهْلِ اِسْتَارَةَ" یہ رؤیت اہل استارہ کے لئے ہے ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔۲۷

۷-امام بغویؒ نے فرمایا ہے: جب چاند کسی علاقہ میں دیکھا گیا ہو اور دوسرے

علاقہ والوں نے ایک دن بعد دیکھا ہوتو اہل علم کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک بڑی جماعت کا موقف یہ ہے: 'اِنَّ لِکُلِّ اَھْلِ بَلَدٍ رُؤْیَتُھُمْ' یعنی ہر علاقہ کے لیے وہاں کے لوگوں کی رویت کا اعتبار ہوگا۔ تابعین میں سے قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ بن عمر، عکرمہ اور محدثین میں سے اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ نے حدیث کریب سے ہی استدلال کیا ہے۔ ٢٨

حدیث کریب کی روایت بیہقی نے اپنی السنن الکبری (**باب الهلال يرى في بلد ولا يرى في آخر**) اور دارقطنی نے اپنی سنن (**باب الشهادة على رؤية الهلال**) میں کی ہے۔

٨- محدث العصر ناصر السنۃ علامہ محمد ناصر الدین البانی نے اس سلسلے میں یہ نصیحت کی ہے: "جب تک تمام ممالک اسلامیہ کسی نقطۂ اتحادِ رؤیت پر متفق نہ ہوجائیں اس وقت تک ہر ملک کے باشندوں کو میری رائے میں اپنے ملک اور اپنی حکومت کے ساتھ روزہ رکھنا چاہئے۔ اختلاف کر کے الگ الگ نہ بٹ جائیں کہ کوئی اپنے ملک کی رؤیت پر اور کوئی دوسرے ملک کی رؤیت پر عمل کرنے لگے۔ اپنے ملک کی رؤیت پر روزہ رکھنا چاہیے، خواہ دو ایک دن آگے پیچھے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ایسا نہ کرنے سے ایک ہی ملک والوں کے درمیان اختلاف وانتشار کے وسیع ہونے کا خطرہ ہے، جیسا کہ بدقسمتی سے بعض عرب ممالک میں ہو رہا ہے۔ **واللہ المستعان**" ٢٩

(ھ) فقہاء کرام کی آراء :

١۔ صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب 'مختارات النوازل' میں ان الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے: "ایک شہر والوں نے رؤیت ہلال کے بعد ٢٩ روزہ رکھے اور دوسرے شہر والوں نے چاند کی رؤیت کی بنا پر تیس روزے رکھے تو اگر ان دونوں شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہو تو ٢٩ روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضا کرنی ہوگی اور اگر دونوں شہروں کا مطلع جداگانہ ہو تو قضا کی ضرورت نہیں"۔

۲- قدوری میں ہے کہ اگر دوشہروں کے درمیان ایسا تفاوت ہو کہ مطلع تبدیل نہ ہوتا ہوتو اس صورت میں رؤیت لازم ہوگی۔

۳- علامہ عبدالحئیؒ لکھنوی کا فیصلہ اس طرح ہے: ''عقل ونقل ہر دو اعتبار سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دوشہر، جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطالع بدل جائیں، جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے، اس میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے معتبر نہیں ہونی چاہیے اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم کی مسافت ہو، ان میں ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہر کے لئے لازم وضروری ہوگی''۔[۳۰]

۴- علامہ ابن رشدؒ نے لکھا ہے کہ ''امام مالکؒ کے مدنی شاگردوں نے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ اگر ایک شہر میں رؤیت ہو جائے تو دوسرے تمام شہر والوں پر یہ رؤیت لازم نہ ہوگی، الّا یہ کہ حاکم وقت اس کو لازم قرار دے تو اس کی بات مانی جائیگی'' اور یہی بات ابن ماجشون اور امام مالک کے اصحاب میں سے مغیرہ نے کہی ہے[۳۱]

۵- علامہ ابن قدامہؒ (متوفی ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں: ''جب ایک شہر والے چاند دیکھ لیں تو سارے شہر والوں پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ یہ لیث بن سعد اور بعض شوافع کا قول ہے'' اس میں سے بعض نے کہا کہ اگر دوشہروں کے مابین اتنی قریبی مسافت ہو جس کی وجہ سے مطالع کا اختلاف لازم نہ آتا ہو جیسے بغداد اور بصرہ۔ ان دونوں شہر والوں پر روزہ رکھنا لازم ہے، کسی ایک جگہ کی رؤیت کی وجہ سے۔ اگر دونوں شہروں کے مابین دوری ہے جیسے عراق وحجاز اور شام، تو ہر شہر والوں کے لیے ان کی اپنی رؤیت ہی معتبر ہوگی''۔

۶- عکرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیث کریب سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ہر شہر والوں کے لئے ان کی اپنی رؤیت ہوگی یہی قاسم، سالم اور اسحاق بن راھویہ رحمھم اللہ کا مذہب ہے۔[۳۲]

۷- علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا: ''امام شافعیؒ کے مذہب میں یہ مشہور ہے کہ جب کسی شہر والوں نے چاند دیکھا تو ان پر اور ان لوگوں پر جن کا مطلع ان کے ساتھ متحد ہے، روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر مطلع کا اختلاف ہوتو وجوب کا حکم عام نہیں ہوگا''[۳۳]

(و) جمہور علماء کی رائے اور ان کی مساعی جمیلہ:

۱- علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں: ''علماء امت کا اجماع ہے کہ رؤیت ہلال کے سلسلے میں بہت زیادہ مسافت کی دوریاں رکھنے والے دو ملکوں کے مابین ایک دوسرے کی رؤیت کا اعتبار نہ ہوگا، جیسے اندلس جو خراسان سے دور ہے ان دونوں کی رؤیت کا باہمی اعتبار نہ ہوگا، الاّ یہ کہ ملک اگر بڑا ہو تو ایسے ملک جن کے علاقے کی سرحدیں مسلمانوں کے شہر سے قریب ہیں تو وہاں کی رؤیت باہم معتبر ہوگی۔۳۴

۲- ڈاکٹر رواس قلعجی رقم طراز ہیں: حدیث کریب کی روشنی میں دو مسئلے ایسے ہیں جن میں عبداللہ بن عباسؓ کی رائے کا بیان کرنا از حد ضروری ہے:

(۱) ممالک کے مختلف ہونے سے مہینہ کی ابتدا اور انتہا کا مختلف ہونا۔ حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہ تھی کہ کسی ملک میں مہینہ کا آغاز دوسرے ملک کے آغاز سے مختلف ہوسکتا ہے، لہٰذا جس دن اہل شام رؤیت ہلال کی بنا پر روزہ رکھیں گے اس دن اہل حجاز روزہ رکھنے کے مجاز نہ ہوں گے اس لئے کہ ان کے یہاں چاند نظر نہیں آیا۔ (۲) مہینہ کا آغاز رؤیت ہلال سے ہوگا، نہ کہ چاند کے بڑے اور چھوٹے ہونے سے۔ لہٰذا اگر چاند نظر نہ آئے تو نئے مہینہ کے آغاز کے لئے تیس دن پورے کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ ابوالبختری سعید بن فیروز فرماتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لیے نکلے۔ جب ہم وادی نخلہ پہنچے تو ہمیں چاند نظر آیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تیسری رات کا چاند ہے، بعض نے کہا کہ دوسری رات کا چاند ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہماری ملاقات ابن عباسؓ سے ہوئی میں نے کہا: ہم نے چاند دیکھا، بعض نے اسے تیسری رات کا بتایا تو بعض نے دوسری رات کا شمار کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے دریافت کیا: آپ لوگوں نے چاند کس رات دیکھا تھا، ہم نے کہا: فلاں رات کو۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کو رؤیت کے لیے دراز کردیا۔ وہ اسی رات کا ہے جس رات کو تم نے دیکھا ہے۳۵

۳- صاحب سبل السلام فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اِذَا

رَأَیْتُمُوْهُ فَصُوْمُوْا ‘‘ یہ مخصوص لوگوں سے خطاب ہے۔اس مسئلہ میں اہل علم کے متعدد اقوال ہیں۔ ان اقوال میں زیادہ قریب یہی ہے کہ کسی شہر والوں کے لئے اور اس سے متصل علاقوں کے لیےاس جگہ کی رؤیت کو لازم قرار دیا جائے۔ ’’اِذَا رَأَیْتُمُوْهُ‘‘ خطاب لأناس مخصوصين به وفى المسئلة أقوال و الأقرب لزوم اهل بلد الرؤية وما يتصل بها من الجهات التى على سمتها ۳۶؎۔مزید یہ فرماتے ہیں کہ ’’اہل شام کی رؤیت اہل حجاز کے لئے قابل قبول نہیں ہوگی۔ حضرت کریبؒ نے ۳۱واں روزہ (شام کے حساب سے) رکھا۔اس لیے کہ اہل مدینہ کے حساب سے وہ تیسواں روزہ تھا۔ ۳۷؎

۴- جناب شمس پیرزادہ رقم طراز ہیں: ’’ہندوستان کا مطلع ایک ہی ہے، لہٰذا ہندوستان میں عام طور پر تاریخیں یکساں رہتی ہیں، البتہ رمضان اور شوال کے چاند کے سلسلہ میں ایک حصہ اور دوسرے حصے کے درمیان اختلاف رہتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے یکسانیت پائی جاتی ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ پورے ملک کے لیے ایک مطلع کا حکم نہ لگایا جائے۔ مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنو نے واضح طور سے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایک ملک کے جس گوشے میں بھی چاند دیکھا جائے وہ پورے ملک کے لئے معتبر ہوگا۔ ہندوپاک کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہی ہے۔ علمائے ہندوپاک کا عمل ہمیشہ اس پر رہا ہے۔اور غالبا تجربہ سے بھی یہی بات ثابت ہے‘‘۔ ۳۸؎

۵- حافظ صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے ’’ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقے کے لئے معتبر ہوگی یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے اور دونوں گروہوں کے استدلال کی بنیاد یہی حدیث ہے۔ صُوْمُوْا لِرُؤْیَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْیَتِهٖ (بخاری ومسلم) ایک تیسرا گروہ ہے جس کا موقف یہ ہے کہ جو علاقے مطلع کے اعتبار سے قریب قریب ہیں، یعنی ان کے طلوع وغروب میں زیادہ فرق نہیں ہے ان میں ایک علاقے کی رؤیت دوسرے علاقوں کے لئے کافی ہے۔ پاکستان میں تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام نے تقریبا یہی موقف اختیار کیا ہے، جس کا اظہار مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی کے فیصلہ کی صورت میں مسلسل کئی سالوں سے ہو رہا ہے۔ پاکستان میں کسی ایک جگہ رؤیت ہلال کا

اگر شرعی شہادتوں کی روشنی میں اثبات ہو جاتا ہے تو یہ کمیٹی اسے پورے ملک کے لئے کافی سمجھتی ہے۔ بہرحال یہ ایک معتدل موقف ہے جس پر عمل کی گنجائش ہے۔[۳۹]

(ز) فتاوی علمائے حجاز و ہند:

۱۔ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، هيئة العلماء کی قرار داد نمبر ۲، تاریخ ۱۳/۸/۱۳۹۲ھ

سوال نمبر ۳۶۸۶: کیا یہ ممکن ہے کہ امریکہ والے سعودی عرب کی رؤیت پر چاند دیکھے بغیر روزہ رکھ لیں؟

جواب: سپریم علماء کونسل کی طرف سے اس سلسلے میں ایک قرارداد منظور ہو چکی ہے، جس کا مضمون یہ ہے: (۱) چاند کے مطالع کا اختلاف یقینی طور پر حساً وعقلاً معلوم ہے۔ اختلاف صرف اس مسئلہ میں ہے کہ مطالع کا اعتبار رہو گا یا نہیں (۲) اختلاف مطالع کا اعتبار یا عدم اعتبار ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور اس بارے میں وسعت ہے۔ اور جو اختلاف موجود ہے وہ ان علماء کی طرف سے ہے جو اس باب میں اختلاف کا حق رکھتے ہیں۔ اور یہ اجتہاد اسی قسم کا ہے کہ اگر مجتہد نے حقیقت کو پا لیا تو دوگنا ثواب پائے گا، ورنہ صرف ایک اجر کا مستحق ہوگا۔ دونوں فریقوں کا استدلال بھی ایک ہی جیسے نصوص سے ہے اور وہ ہیں: قرآن مجید کی آیت: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ (سورۂ بقرہ/۱۸۹) اور حدیث نبوی صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِه (بخاری ومسلم)

لجنۃ دائمۃ نے بہت سے اعتبارات کا خیال کرتے ہوئے اور یہ سوچ کر کہ اس مسئلہ میں اختلاف کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے برے نتائج کا خطرہ ہو، کیونکہ اس دین کو ظاہر ہوئے ۱۴ سو سال ہو گئے، لیکن آج تک کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں امت محمدیہ نے ایک دن کے لئے بھی کسی ایک جگہ کی رؤیت پر اتفاق کر کے عمل کیا ہو، اسی وجہ سے سعودی سپرم علماء کونسل یہ بہتر سمجھتی ہے کہ اس بارے میں اب تک جو عمل چلا آرہا ہے اسی کو باقی رکھا جائے اور اتحاد رؤیت کے موضوع کو بلا وجہ نہ چھیڑا جائے۔ ہر مسلم ملک کو

اس بات کا اختیار ہو کہ وہ اس بارے میں اپنے علماء کی رائے سے کوئی فیصلہ کر سکے۔ اس بارے میں علماء کے دو اقوال میں سے جس کو چاہیں اختیار کر لیں، کیونکہ ہر فریق کے پاس اس کے موقف پر دلیل موجود ہے۔

(۳)۔ رؤیت ہلال کو حساب فلکی سے ثابت کرنے کے معاملے میں کتاب وسنت اور علماء کے اقوال کی روشنی میں علماء کونسل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ علم نجوم کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ (بخاری ومسلم) کے مضمون کی کئی حدیثیں مروی ہیں، اس بنا پر علم نجوم کے حساب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ وباللہ التوفیق۔

[عبدالعزیز بن باز (صدر)، عبداللہ بن قعود (رکن)، اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء، رياض]

۲۔ سوال نمبر ۱۲۶۶۔ کیا اپنے شہر کے مسلمانوں کی مخالفت، روزہ رکھنے اور عید منانے میں جائز ہے؟

جواب: الحمد للہ رؤیت کا ثبوت ملنے کی صورت میں ان پر واجب ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ روزہ رکھیں اور ان کے ساتھ ہی عید منائیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهِ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهِ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ......" (بخاری ومسلم) یعنی روزہ کی ابتدا اور انتہا مجرد آنکھ سے چاند دیکھنے یا ایسے آلات سے دیکھنے پر جو چاند دیکھنے میں آنکھ کے لئے معاون ہوں، کرنا چاہئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ اس دن ہے جب تم سب روزہ رکھو گے اور عید الفطر اس دن ہے جب تم سب عید مناؤ گے اور عید الاضحیٰ اس دن ہے جس دن تم سب عید الاضحیٰ مناؤ گے۔[۴۰]

۳ - شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی مبارکپوریؒ کا فتویٰ ہے:

"کسی مقام میں رمضان یا شوال کا چاند دیکھا گیا تو اس مقام رؤیت سے دور مشرق میں واقع دوسرے مقام والوں کے لئے ان کی رؤیت اس وقت معتبر ہوگی جبکہ ان دوسرے مقامات کے مطالع مقامِ رؤیت کے مطلع سے مختلف نہ ہوں۔ مقام رؤیت سے

دور مشرق میں واقع بلاد وامصار کے حق میں مغربی مقام کی رؤیت کے اعتبار وعدم اعتبار کے معاملے میں اتحاد واختلافِ مطالع کا لحاظ ضروری ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے مدینہ میں شام (جو مدینہ سے شمال مغرب میں واقع ہے) کی رؤیت کا اعتبار بظاہر اس لئے نہیں کیا تھا کہ مدینہ کا مطلع 'مطلعِ شام' سے مختلف ہے۔بعض علمائے فلکیات کا کہنا ہے کہ پانچ سومیل کے قریب کی مسافت پر مطلع مختلف ہوجاتا ہے۔بنابریں ہندوستان کے کسی مغربی مقام کی رؤیت اس کے مشرقی حصے مثلا بہار وبنگال کے حق میں معتبر نہ ہوگی۔''[۴۱]

۴-شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''حکم شرعی گواہی اور رؤیت پر موقوف ہے۔لہٰذا اہل مکہ کی رؤیت ساری دنیا کے لئے ناممکن ہے،یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا بھی موقف ہے۔فرمانِ الٰہی: **فَالآنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوْا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ** ۔ (سورۃ البقرۃ:١٨٧) اور فرمان رسول ﷺ: **اِذَا اَقْبَلَ الَّيْلُ مِنْ هَا هُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هَاهُنَاوَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ** ۔ (بخاری:١٩٥٤،مسلم:١١٠٠) یہ حکم ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے عام ہے۔اسی طرح فرمان الٰہی: **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ** ۔اورفرمان رسول ﷺ: **اِذَارَأَيْتُمُوْاهُ فَصُوْمُوْا وَاِذَارَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا** ،یہ حکم عام ہے۔یہی قول کہ ایک مقام کی رویت دوسرے مقام کے لیے مستلزم نہیں ہے،فکر صحیح اور قیاس صحیح کے مطابق راجح ہے۔توقیتِ شہری کا قیاس توقیتِ یومی پر ممکن ہے۔[۴۲]

۵-جامعہ دارالسلام عمرآباد کا فتوی برائے سیدشاہ امیر الحق قادری سرقاضی دارالسلطنت میسور،١٩٥٠/١٠/١٩

سوال: کیا حیدرآباد دکن کی رؤیت کو پورے ہندوستان کے لئے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

جواب: نمازعیدین کے متعلق ایسا انتظام قائم کرنا کہ تمام روئے زمین پر ایک ہی تاریخ اور ایک ہی روز میں عیدین کی نماز ادا کی جائے،قطعاً ناممکن ہے،اس لئے کہ

اختلاف مطالع کی وجہ سے مشرق ومغرب کی تاریخ اوردنوں میں فرق ہونا ضروری ہے۔ صاحب 'تصریح' نے تحریر کیا ہے کہ ہر وہ مغربی ملک جوکسی مشرقی ملک سے ایک ہزار میل کے فاصلے پر واقع ہے(1600 KM،دنیا کا محیط چوبیس ہزار میل ہے) دونوں کے طلوع وغروب میں ایک گھنٹے کا فرق واقع ہوتا ہے۔ اس حساب سے قطبین کے علاوہ تمام آفاق مائلہ میں ۲۴ گھنٹے کا فرق ہوتا ہے۔ایسی حالت میں تمام روے زمین پر ایک ہی دن اور ایک ہی تاریخ میں نماز عید کی ادائیگی ناممکن ہے۔علاوہ ازیں زمین کے مدوّر ہونے اور آفتاب کے گرد گردش کرنے کی وجہ سے کرہٴ زمین پر اوقات بھی یکساں نہیں ہوسکتے۔ کسی مقام پر صبح کا وقت ہوتا ہے توکسی مقام پر ظہر کا اور کہیں مغرب کا توکسی مقام پر عشاء کا،ایسی حالت میں ایک ہی تاریخ کا تعین ناممکن ہے۔ وہ تجارتی جہاز جومشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتے ہیں انٹرنیشنل لائن (IDL) پر پہنچ کر اپنی تاریخ میں ایک دن کا اضافہ کرلیتے ہیں اوروہ جہاز جومغرب سے مشرق کی طرف سفر کرتے ہیں اس لائن پر پہنچ کر اپنی تاریخ میں ایک دن کم کرلیتے ہیں۔ پس مذکورہ بالا تشریح کے مطابق تمام کرہٴ زمین میں نماز عید ایک ہی روز اور ایک ہی تاریخ میں قطعاً ادا نہیں ہوسکتی۔ باقی رہا یہ سوال کہ تمام ہندوستان میں ایک ہی دن میں نماز عید ادا کی جاسکتی ہے یانہیں؟ تو یہ کچھ مشکل معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ ہندوستان کے مشرقی ومغربی شہروں میں تقریبا پونے دوگھنٹوں کا فرق واقع ہوتا ہے۔لہٰذا ادائیگیٴ نماز کے لئے ایک ہی وقت کا تعین اگرنہیں کیا جاسکتا تو کم ازکم ایک ہی تاریخ کا پورے ہندوستان میں تعین کیا جاسکتا ہے اور یہ امت مسلمہ کے اتحادِ عمل ویگانگی،مقاصد شان توحید کے لئے فی الواقع ایک مفید ومؤثر مظاہرہ ہوگا۔قال اللہ تعالی : وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا (سورہٴ آل عمران/۱۰۳) صاحبِ درِّمختار کا یہ قول 'یَلْزَمُ اَھْلَ الْمَشْرِقِ بِرُؤْیَۃِ الْمَغْرِبِ' صرف ایک ملک کے باشندوں کے لئے ہے، ورنہ اگر پوری زمین کے لئے لیا جائے تو قطعا صحیح نہیں ہوگا۔مشاہدہ شاہد ہے کہ اگر کبھی مدراس میں 29 کا چاند دیکھا گیا ہے تو اس کے شمال میں اور مغرب میں ایک ہزار سے زاید میل کے فاصلہ پر بھی اسی روز 29 کا چاند دیکھا گیا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال کا طلوع تمام ہندوستان میں ایک ہی روز ہوتا ہے، گوکسی مانع کی وجہ سے بعض مقام پرنظر نہ آسکے، پس تمام ہندوستان میں ایک ہی روز عید کی نماز ادا کی جاسکتی ہے اور اس کے انتظام کے لئے وہی صورت بہتر ہوسکتی ہے جو سوال میں درج ہے۔یعنی حیدرآباد دکن کی رؤیت کو ہندوستان کے لئے تسلیم کرکے بذریعہ ریڈیو اعلان عام کردیا جائے۔ واللہ اعلم......

کتبہ: عبید الرحمن عاقل رحمانی استاذ جامعہ دارالسلام عمر آباد

الجواب صحیح: غضنفر حسین شاکر نائطی ،عبدالواجد عمری رحمانی ،محمد نعمان اعظمی ، عبدالسبحان اعظمی عمری (غفر اللہ لھم)

حرفِ آخر:

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں شریعت ایسے اصول اور قواعد بتاتی ہے جس میں لوگوں کے لئے سہولت ہو اور وہ بغیر کسی مشقت وحرج کے اس پر عمل کرسکیں، کیونکہ احکام شریعت سہولت پر مبنی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:۱۸۵)	اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روزے کے سیاق میں ہی ساری امت سے فرمایا کہ شریعت کے احکام پر عمل کرنے میں سہولت مقصود ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اَلدِّيْنُ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ اَحَدٌ اِلاَّ غَلَبَهُ ؀۴۳ یعنی یقیناً دین آسان ہے جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے۔ دین اس پر غالب آجاتا ہے۔ یعنی انسان مغلوب ہوجاتا ہے اور دین پر عمل ترک کردیتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ قَالَهَا ثَلاَثًا ۔ ؀۴۴ اپنی طرف سے دین میں سختی کرنے والے ہلاک ہوگئے ۔ آپ ﷺ نے ۳ مرتبہ یہ ارشاد فرمایا۔ اور آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: تم دین میں غلو کرنے سے بچو، پچھلی قومیں دین میں غلو کرکے ہلاک ہوگئیں۔ ؀۴۵

احادیث شریفہ میں رؤیت بصری (آنکھ سے دیکھنے کو) ہی کو معتبر مانا گیا، نہ کہ محض وجود ہلال (New Moon) کو، جسے غیر مرئی چاند کہا جاتا ہے، کیونکہ مرئی چاند دیکھنے میں ہی ساری امت کے لیے سہولت اور آسانی ہے۔ اگر غیر مرئی چاند کو معیار تسلیم کیا گیا تو یہ بات چند مخصوص افراد ہی کو معلوم ہو سکے گی اور اکثریت کے لیے اس کا دیکھنا محال ہوگا اور یہ تکلیف مالا یطاق ہوگی۔ روزہ رکھنے اور روزہ نہ رکھنے کے لیے رؤیت ہلال کو سبب تسلیم کرنے کی صورت میں جہاں رویت ہوگی وہاں روزہ کا حکم ہوگا اور جہاں رویت نہ ہوگی وہاں روزہ کا حکم نہیں ہوگا۔ یہ قاعدہ کلیہ پوری دنیا والوں کے لیے ہے۔ جس علاقہ کے مسلمانوں نے چاند نہیں دیکھا ان کے علاقے میں رؤیت ہوئی ہی نہیں تو رمضان کا مہینہ آیا ہی نہیں، وہ روزہ کیوں رکھیں؟ محض کسی ایک جگہ کی رؤیت کو سارے دنیا کے مسلمان تسلیم کرلیں تو یہ قیاسِ فاسد ہے۔

روزہ اور عید غالب اکثریت کے ساتھ ہی معتبر ہے۔ عیدین اجتماعیت کا سبق دیتی ہیں۔ اسلامی عبادت میں اجتماعیت کا تصور موجود ہے۔ تنہا ایک آدمی چاند دیکھ کر عید اپنے طور پر نہیں منا سکتا، بلکہ اسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں کی ادائی کے لیے لوگوں کی غالب اکثریت کی موافقت ضروری ہے۔ دو چار افراد کا جماعت سے الگ ہوکر روزہ شروع کر دینا یا عید منانا نہ روزہ ہے نہ عید ہے۔ اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے حدیث "صَومُکُمْ یَوْمَ تَصُوْمُوْنَ وَفِطْرُکُمْ یَوْمَ یُفْطِرُوْنَ۔ (ابوداؤد) کے بارے میں فرمایا کہ بعض اہل علم نے اس حدیث کی یہ تشریح کی ہے: "اِنَّمَا مَعْنیٰ ھٰذَا الصَّوْمُ وَ الْفِطْرُ مَعَ الْجَمَاعَةِ وَ عِظَمِ النَّاسِ". [۴۶] یعنی روزہ اور عید جماعت اور لوگوں کی اکثریت کے ساتھ ہی معتبر ہے۔

بلاشبہ مسجد حرام، جو اسلامی ممالک بلکہ سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ قبلہ بھی ہے، لیکن وہاں کی رؤیت کو اتحاد امت کا ذریعہ سمجھنا شرعاً غلط ہے، کیونکہ رؤیت ہلال کے لئے سب سے اہم رکاوٹ اختلاف مطالع، اختلاف رؤیت اور جغرافیائی حیثیت وغیرہ ہے۔ اتحاد امت کے لئے بنیادی ضرورت یہ

ہے کہ امتِ محمدیہ تمام فقہی ، گروہی اور مسلکی اختلافات سے بالا تر ہوکر عقیدہ کی بنیاد پر متحد ہو۔ اخوت ایمانی کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے۔ اتباع سنت کے ساتھ ساتھ شرکیہ امور سے کلی طور پر اجتناب کرے۔ اس سے امت کی وحدت کو تقویت پہنچے گی، نہ کہ صرف ایک ہی دن میں سارے عالم میں عید منانے سے وحدت قائم ہوگی۔ عید مسلمانوں کے لئے عبادت اور شکر کا ایک طریقہ ہے، جو صرف رؤیت بصری پر ہی منحصر ہے۔ یہ عیدیں کرسمس اور دیپاولی کی طرح کوئی میلہ یا تہوار نہیں ہے کہ وقت سے پہلے ہی تقویم کے ذریعہ اس کا اعلان کردیا جائے اور نہ یہ ممکن ہے کہ شمسی تاریخوں کی طرح قمری تاریخوں کا کیلنڈر بنایا جائے۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے صاف الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ رؤیت ہی کی بنیاد پر کوئی مہینہ ۲۹ کا اور کوئی مہینہ ۳۰ کا ہوگا۔ اور یہ کس مہینہ میں ۲۹ اور کس مہینے میں ۳۰ کا ہوگا اس کی تحدید نہیں کی گئی۔ امت مسلمہ میں یہ اختلاف قدیم ہے۔ اس پر بار بار مسلسل کوششیں کی گئیں، ملکی اور مقامی سطح پر سیمینار منعقد ہوئے، لیکن علمائے امت کا چودہ سو سال سے عدم اتفاق خود اس بات پر دلیل ہے کہ ایک شہر کی رؤیت تمام عالم کے لئے ناممکن ہی نہیں، بلکہ امر محال ہے۔ رؤیت ہلال میں عالمی وحدت پیدا کرنے کی کوشش رسول اکرم ﷺ کی صحیح احادیث، علماء محققین، حنفیہ و مالکیہ وشافعیہ وحنابلہ اور علم ہیئت جدیدہ اور جغرافیہ جدیدہ کے خلاف ہے

جب عالم اسلام میں نمازوں کے اوقات میں فرق و تفاوت کو وحدت کے منافی نہیں سمجھا جاتا تو رؤیت ہلال کے حساب سے الگ الگ دن عیدیں اور رمضان کے آغاز کو عالم اسلام کی وحدت کے منافی کیوں سمجھا جارہا ہے۔ یہ نظریہ سرے سے غلط ہے کہ سعودی عرب کے ساتھ دیگر اسلامی ممالک روزہ رکھیں اور عید منائیں۔ رؤیت ہلال کا مسئلہ قدرت کی جانب سے مقرر کردہ نظام ہے۔ اس میں انسان بے بس ہے اور وہ شریعت کا پابند ہے۔ ہمیں چاہئے کہ فکر ونظر کو شریعت کے تابع بنائیں، نہ کہ اپنے بنائے ہوئے افکار ونظریات کو صحیح ٹھہرانے کے لئے شریعت سے دلائل جمع کرنے کی کوشش کریں۔

اضافہ از ادارہ

اس موضوع پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی ایک قیمتی اور موثر تحریر ذیل میں درج کی جارہی ہے۔ انھوں نے ایک موقع پر عیدالفطر کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

''بعض حلقے یہ خیال بڑے زور شور سے پھیلا رہے ہیں کہ عید اسلامی اتحاد کا ایک اہم نشان ہے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کی عید لازماً ایک دن ہونی چاہیے۔ ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی عید ایک دن ہو اور کچھ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ پاکستان کے تمام مسلمانوں کی عید تو ایک ہی دِن ہونی ضروری ہے۔ لیکن درحقیقت یہ فکر ونظر کی غلطی ہے۔ دین سے ناواقفیت کی بنا پر ایسی باتیں کی جارہی ہیں اور یہ باتیں زیادہ تر وہ لوگ کررہے ہیں جو رمضان کے روزے تو نہیں رکھتے، مگر عید کے معاملے میں اسلامی اتحاد کی انھیں بڑی فکر ہے۔

اِن حضرات کو پہلی غلط فہمی تو یہ لاحق ہے کہ عید اُن کے نزدیک کرسمس یا ہولی یا دیوالی کی طرح کوئی تہوار ہے یا پھر یہ کوئی قومی جشن ہے جسے مسلمانوں کے قومی اتحاد کا نشان بنایا گیا ہے۔ حالاں کہ دراصل عید کا تعلق ایک عبادت سے ہے جو رمضان کے آغاز سے شروع ہوتی ہے اور رمضان کے خاتمہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر دو رکعت نماز پڑھ کر ختم کی جاتی ہے۔ شریعت کے صریح احکام کی رُو سے اِس عبادت کا آغاز اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک قابل اطمینان طریقہ سے یہ معلوم نہ ہو کہ رمضان شروع ہوچکا ہے اور اس کا اختتام بھی اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک ایسے ہی قابل اطمینان طریقہ سے یہ علم نہ ہوجائے کہ رمضان ختم ہوچکا ہے۔ قرآنِ مجید کا صاف حکم ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ أُنزِلَ فِیهِ الْقُرْآنُ ...... فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ۔ (البقرہ: ۱۸۵) ''رمضان کا مہینہ وہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے...... پس تم میں سے جو شخص اِس مہینے کو پائے (یا اِس میں موجود ہو) وہ اس کے روزے رکھے۔''

یہ آیت قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ رمضان کا مہینہ جب سے شروع ہو اور جب تک وہ رہے، ہر مسلمان کو اس کے روزے رکھنے چاہئیں اور اِس مہینے

کے روزوں کی تکمیل کیے بغیر کسی عید کا ہرگز کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اِس معاملے میں اصل چیز مسلمانوں کا اتحاد نہیں ہے، بلکہ ماہ رمضان کا اختتام ہے، جس کا اطمینان حاصل کرنا عید کرنے کے لیے ناگزیر ہے۔ اب یہ خیال رہے کہ رمضان ایک قمری مہینہ ہے، جس کا انحصار رویتِ ہلال پر ہے اور اِس کے بارے میں نبی ﷺ کی واضح ہدایت موجود ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزے ختم کرو۔ لیکن اگر مطلع صاف نہ ہو تو تیس روزوں کی تعداد پوری کرو، اِلّا یہ کہ دو قابلِ اعتماد گواہ یہ شہادت دیں کہ اُنھوں نے چاند دیکھا ہے۔ حضور ﷺ نے اس ارشاد میں دو باتیں صاف متعین فرما دی ہیں: ایک یہ کہ رویت کی شہادت اُس وقت درکار ہوگی جب کہ مطلع صاف نہ ہو، دوسرے یہ کہ اِس صورت میں خبر نہیں، بلکہ دو عادل گواہوں کی شہادت پر رویت کا فیصلہ کیا جائے گا اور شہادت کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ تار یا ٹیلیفون یا ریڈیو پر نہیں ہوسکتی، اس کے لیے گواہوں کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کی عید ایک دن ہونی چاہیے وہ تو بالکل ہی لغو بات کہتے ہیں۔ کیوں کہ تمام دنیا میں رویت ہلال کا لازماً اور ہمیشہ ایک ہی دن ہونا ممکن نہیں ہے۔ رہا کسی ملک یا کسی ایک بڑے علاقے میں سب مسلمانوں کی ایک عید ہونے کا مسئلہ تو شریعت نے اس کو بھی لازم نہیں کیا ہے۔ یہ اگر ہو سکے اور کسی ملک میں شرعی قواعد کے مطابق رویت کی شہادت اور اس کے اعلان کا انتظام کر دیا جائے تو اس کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں ہے۔ مگر شریعت کا یہ مطالبہ ہرگز نہیں ہے کہ ضرور ایسا ہی ہونا چاہیے اور نہ شریعت کی نگاہ میں یہ کوئی برائی ہے کہ مختلف علاقوں کی عید مختلف دنوں میں ہو۔

خدا کا دین تمام اِنسانوں کے لیے ہے اور ہر زمانے کے لیے ہے۔ آج آپ ریڈیو کی موجودگی کی بنا پر یہ باتیں کر رہے ہیں کہ سب کی عید ہونی چاہیے، مگر آج سے ساٹھ ستّر برس پہلے تک پورے برِّ صغیر ہند تو درکنار، اس کے کسی ایک صوبے میں بھی یہ ممکن نہ تھا کہ ۲۹ رمضان کو عید کا چاند دیکھ لیے جانے کی اطلاع سب مسلمانوں تک پہنچ جاتی۔ اگر شریعت نے عید کی وحدت کو لازم کر دیا ہوتا تو پچھلی صدیوں میں مسلمان اِس

حکم پر آخر کیسے عمل کر سکتے تھے؟ پھر آج بھی اس کو لازم کر کے عید کی یہ وحدت قائم کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔ مسلمان صرف بڑے شہروں اور قصبوں ہی میں نہیں رہتے۔ دور دراز دیہات میں بھی رہتے ہیں اور بہت سے مسلمان جنگلوں اور پہاڑوں میں بھی مقیم ہیں۔ وحدتِ عید کو ایک لازمی شرعی حکم بنانے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان ہونے کے لیے ملک میں صرف ایک ریڈیو اسٹیشن کا ہونا ہی ضروری نہ ہو، بلکہ ہر شخص کے پاس یا ہر گھر کے لوگوں یا مسلمانوں کی ہر چھوٹی سے چھوٹی بستی میں ایک ریڈیو سیٹ یا ایک ٹرانزسٹر بھی ضرور ہو، ورنہ وہ اپنے شرعی فرائض ادا نہ کر سکیں گے۔ کیا یہ آلات بھی اب دین کا ایک لازمی جزء قرار پائیں گے؟ خدا کی شریعت نے تو ایسے قواعد مقرر کیے ہیں جن سے ہر مسلمان کے لیے ہر حالت میں دینی فرائض ادا کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اُس نے نماز کے اوقات گھڑیوں کے حساب سے مقرر نہیں کیے کہ گھڑی ہر مسلمان کے لیے اُس کے دین کا ایک جُز بن جائے، بلکہ اُس نے سورج کے طلوع و غروب اور زوال جیسے عالم گیر مناظر کو اوقاتِ نماز کی علامت قرار دیا، جنھیں ہر شخص ہر جگہ دیکھ سکتا ہے۔

اِسی طرح اُس نے روزے شروع اور ختم کرنے کے لیے بھی رمضان اور شوال کے چاند کی رویت کو علامت قرار دیا ہے جو عالم گیر مشاہدے کی چیز ہے اور ہر مسلمان ہر جگہ چاند دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ اب رمضان شروع ہوا اور اب ختم ہو گیا۔ اگر وہ اس کی بنیاد جنتری کے حساب کو قرار دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر مسلمان کے لیے یا تو فلکیات اور نجوم کا علم حاصل کرنا فرض ہو جاتا، یا جنتری اُس کے دین کا ایک جز بن جاتی جسے پاس رکھے بغیر وہ فرائض دینی ادا نہ کر سکتا اور اگر وہ یہ حکم دیتا کہ ایک جگہ کی رویت سے ساری دنیا میں یا روئے زمین کی ایک ایک اقلیم میں روزے شروع اور ختم کرنا فرض ہے تو خبر رسانی کے موجودہ ذرائع کی ایجاد سے پہلے تو مسلمان اس دین پر عمل کر ہی نہیں سکتے تھے۔ رہا ان کی ایجاد کے بعد کا دَور تو اس میں بھی مسلمانوں پر یہ مصیبت نازل ہو جاتی کہ چاہے انھیں روٹی اور کپڑا میسّر نہ ہو، مگر وہ مسلمان رہنا چاہیں تو اُن کے پاس ایک ٹرانزسٹر ضرور ہو۔'' [تفہیمات، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، جلد چہارم، ص ۱۴۷-۱۵۰]

حواشی ومراجع

۱۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج ۲، ص ۲۹۶

۲۔ الملخص الفقہی :۱/۲۶۲-۲۶۳

۳۔ المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، الامام الفقیہ ابوالعباس القرطبی ۳/ ۱۴۱

۴۔ المنجد، ص ۱۱۳۳

۵۔ رؤیت ہلال کا مسئلہ اور اس کا حل، شمس پیرزادہ، ص ۹

۶۔ رؤیت ہلال، غازی عزیر ص ۳۰۶

۷۔ ابونعیم، ابن عساکر، بحوالہ تیسیر الرحمٰن ص: ۱۰۵

۸۔ بحوالہ رؤیت ہلال غازی عزیر: ص ۲۵۴

۹۔ احسن البیان: ص ۵۶۲

۱۰۔ حوالہ بہ تصرف احسن البیان: ص ۱۲۴۱

۱۱۔ بخاری: ۱۸۰۸، مسلم: ۱۰۸۰

۱۲۔ لسان العرب، ج ۱۲ ص ۴۴۳

۱۳۔ بخاری، ۱۸۱۴، مسلم ۱۰۸۰

۱۴۔ بخاری، مسلم

۱۵۔ جامع الترمذی: ۸۰۲، صححه الالبانی

۱۶۔ مسلم ۱۰۸۷، ابوداؤد ۲۳۲۸، ترمذی ۶۹۳، نسائی: ۴/۱۳۱۔ مسند احمد: ۲۷۹۰

۱۷۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ، جنوری - مارچ ۱۹۹۲، ص ۶۱

۱۸۔ الاسئلة والاجوبة الفقهية ... عبدالعزیز المحمد السلیمان۔ ۲/ ۱۳۶

۱۹۔ العلم المنشور فی اثبات الشهور للسبکی، بحواله توحید بدایة الشهور القمریه للشیخ السایس، ص: ۹۴۳

۲۰۔ فتاویٰ، ۲۵/ ۱۰۸ ۲۱۔ شرح صحیح مسلم، ۲/۲۰۴

۲۱الف المجموع مع شرح المهذب للنووی ۶/ ۳۰۰، شرح صحیح مسلم: ۲/ ۲۰۴

۲۲ عون المعبود، ۶/۴۵۵ ۲۳ جامع ترمذی: ۶۹۳

۲۴ تحفة الأحوذی: ۲/۳۶ ۲۵ سنن النسائی، حاشیہ السندی، ۲/۱۳۱

۲۶ صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر ۱۹۱۶، ۳/۲۰۵

۲۷ بحوالہ رؤیت ہلال، غازی عزیر، ص: ۱۵۶

۲۸ شرح السنۃ، ۶/۲۴۵- ۲۴۶ ۲۹ تمام المنہ ص: ۳۹۸

۳۰ مجموع الفتاوی علی هامش خلاصة الفتاوی ۱/۲۵۵_۲۵۶ بحوالہ جدید فقہی مسائل ص ۸۲

۳۱ بداية المجتهد ۱/۲۸۷_۲۸۸ ۳۲ المغنی لابن قدامہ: ۳/۸۷

۳۳ **المجموع ۶/ ۳۰۰. المسائل الفقهية التي انفرد به الامام الشافعي من دون اخوانه من الأئمة. لابن كثير ص: ۱۱۷**

۳۴ الاستذكار لابن عبد البر ۱/ ۳۰ ، الجامع لأحكام القرآن ۲/۲۹۵

۳۵ مسلم ،بابُ لا اعتبارَ بكِبَرِ الهلالِ وصغرِهِ ،موسوعة فقه عبدالله بن عباس، د/رواس قلعجی ،ص ۴۸۰

۳۶ سبل السلام: ۱/۱۵ ۳۷ سبل السلام: ص ۱۵۶

۳۸ رؤیت ہلال کا مسئلہ اور اس کا حل، ص ۱۳

۳۹ دلیل الطالبین شرح ریاض الصالحین، ۱/۱۳۷

۴۰ ابوداؤد ۲۳۲۴ ، ترمذی ۹۶۷ وصححه الالبانیؒ فی صحیح الترمذی ۵۶۱ اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء، ۱۰/ ۹۴ شیخ محمد صالح المنجد

۴۱ بحوالہ رمضان کے فضائل واحکام، ص ۸- ۹

۴۲ فتاوی علماء البلد الحرام للشیخ سعد بن عبداللہ البریک، ص: ۲۳۱

۴۳ بخاری ۴۴ مسلم

۴۵ نسائی ۴۶ فتاویٰ ۲۵/۱۱۵

۴۷ تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان، ص: ۷۰۰

☆☆☆